بائبل کے قدیم نسخوں کی حالتِ زار

بسلسلہ تحریف بائبل

تحریر: پروفیسر خواجہ حامد بن جمیل فیصل آباد

یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ بائبل نہ تو اللہ کا کلام ہے اور نہ ہی ان لوگوں کی تصنیف و تالیف ہے، جنکی طرف اس کی مختلف کتب منسوب کی جاتی ہیں۔ یہ ایک محرف، علمی اعتبار سے کھوکھلی اور تاریخی لحاظ سے غیر معتبر کتاب ہے۔ جب بائبل کے مختلف نسخوں میں تحریف کی نشاندہی کی جاتی ہے تو مسیحی حضرات بائبل کے ان منتشر، خستہ اور نامکمل نسخوں کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ جو ان ادوار کے بہت بعد میں تحریر یا نقل ہوئے جن میں کہ یہ کتب لکھی گئیں۔

ملاحظہ ہو پادری ولیم فیچن کا یہ بیان: "افسوس تو یہ ہے کہ قدیم زمانہ کی کسی بھی کتاب کی اصل جو مصنف نے خود لکھی تھی، کہیں بھی موجود نہیں، اکثر پرانی کتابوں کے سب سے پرانے نسخے ان کی تاریخ تصنیف کے بہت بعد لکھے تھے"۔ (تفسیر انجیل لوقا: ۲۴، پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی، لاہور ۱۹۵۹ء)

مسیحی اپنی تحریروں میں بائبل کے پرانے نسخوں کے متن اور ان کی دیگر خصوصیات کا سرسری تذکرہ، بائبل کو غیر محرف ثابت کرنے کے لیے تو کرتے ہیں، مگر ان تمام نسخوں کے باہمی تقابل و موازنہ اور اس کے نتائج کو عام نہیں کرتے، اس لئے کہ ہر نسخہ کا متن دوسرے سے کافی مختلف ہے اور پھر مکمل موازنہ سے اسقدر اختلافات سامنے آئیں گے کہ موجودہ بائبل کی ہر سطر کے ایک ایک حرف کو کہیں ٹکانے کی جگہ نہ ملے گی، لہذا تھوڑے بہت موازنے سے جو نتائج سامنے آئے ہیں، ان کی روشنی میں عافیت اسی میں سمجھی جاتی ہے کہ ان نسخوں کو عجائب گھر کی زینت ہی بنا کر رکھا جائے اور صرف دو مختلف بائبلوں (کیتھولک اور پروٹسٹنٹ) ہی پر اکتفاء کیا جائے۔ بائبل کے پرانے مخطوطوں پر مسیحیوں کے ہاں بلاوجہ فخر کیا جاتا ہے، اس لئے کہ ان کے پاس اگر مصنفین کے اصل تحریر کردہ نسخے موجود ہوتے تو ہی یہ فخر بجا ہوتا، مگر انہی کے معدوم ہو جانے کے باعث تو انہیں اب تک بائبل کا اصل متن ڈھونڈنے میں مشکلات پیش آ رہی ہیں...... جیسا کہ آرچ ڈیکن برکت اللہ اپنی کتاب میں لکھ رہے ہیں:

"انجیل جلیل کو تحریر ہوئے انیس سو سال ہو گئے ہیں، اگر اس کے مصنفوں کے وہ نسخے جو انہوں نے

اپنے ہاتھ سے لکھے تھے اس وقت تک محفوظ ہوتے تو ہمیں انجیل جلیل کی اصلی عبارت کے معلوم کرنے میں کسی قسم کی دقت نہ پڑتی لیکن یہ ایک انہونی بات ہے کیونکہ آخر یہ اشیاء فانی ہوتی ہیں، حوادثِ زمانہ کے ہاتھوں وہ نسخے نہ بچ سکتے تھے اور نہ بچے"۔ (صحت کتب مقدسہ: ۱۸۴، مسیحی اشاعت خانہ لاہور ۱۹۸۹ء)

اصلی نسخوں کے معدوم ہو جانے کی وجہ سے "انجیل جلیل" کا متن مشکوک ٹھہرتا ہے کیونکہ اس کی حقانیت اور متن کی صحت ثابت کرنے کے لیے اب جن نسخوں پر تکیہ کیا جارہا ہے وہ ترجمہ در ترجمہ ہیں۔ اسی طرح اصل نسخوں کے معدوم ہونے سے ان کتب کو ان لوگوں کی تصنیف یا تالیف قرار دینا اور مشکل ہو جاتا ہے جن کی طرف یہ کتب منسوب کی جاتی ہیں۔

آج کے جدید دور میں (جبکہ بائبل کثیر تعداد میں چھپتی ہے) مسیحی بڑی دیدہ دلیری سے کبھی کسی سطر کو نکال رہے ہیں اور کسی کو شامل کر رہے ہیں۔ تو ایک عام فہم آدمی بھی اس سے پوچھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ قدیم دور میں جب کتابت اور کتب کی نشر و اشاعت کے ساتھ ساتھ ان کی دستیابی بھی بسہولت ممکن نہ تھی۔ تو اس وقت ان پر کیا بیتی ہوگی۔

ذہن میں اٹھنے والے اس سوال کا جواب F.C.Brukitt (Prof. of Divinity in Cambridge University 1905-35) کی اس تحریر سے ملتا ہے:

"The editions of Mill (1707) and Wetstein (1751) proved once for all that variatious in the text, many of them serious, has existed from the earlist time"(Encyclopaedia BritanicaBrotannica Ltd,London ,1950)

مل (۱۷۰۷) اور ویٹ سٹین کی ترتیب نے حتمی طور پر ثابت کردیا کہ (بائبل کے) متن میں اہم تحریفات و اختلافات ابتدائی وقت سے ہی ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے۔)

ایک محتاط شمار کے مطابق

"No less then thirty thousand various readings of seriptures of old and New Testament have been discovered." (John Kitto: Ilsutrated histroy of the Bible , (the S.S.soration Company, London, 1902)

(عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدید میں کم از کم تیس ہزار مختلف اختلافات دریافت ہو چکے ہیں)

مسیحیوں ہی کی تحریروں میں بائبل کے مختلف نسخوں کی اندرونی حقیقت، آپسی تضاد اور تحریف کی جو جھلک نظر آتی ہے، اس کا مختصر تعارف پیشِ خدمت ہے :

Horbest George Wood(How : D.D. Prof of Theology , University of U.K. 1940-46)

"The study of Hebrew and Greek texts dissolved at last the cemet by which the doctrine of Inspiration has held together the Bible as a homogeneous Divion product. The discrpaties adn sharmonies in the scriptures could no longer be disquised "

(صحت کتب مقدسہ : ۲۲۴)

یعنی : (بائبل کے عبرانی اور یونانی متون کے مطالعہ نے آخر کار اس کے الہامی اور یکساں خدائی کلام ہونے کے عقیدہ کی جمی تہہ کو اکھاڑ ڈالا ہے، اب مزید دیر تک اس کے اختلافات پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا)

نسخہ سینا : نسخہ چوتھی صدی عیسوی کی پہلی چوتھائی کا بتایا جاتا ہے۔ ۱۸۵۹ء میں جرمن عالم ٹشنڈاف نے کوہ سینا کی خانقاہ مقدسہ کیتھرین سے ایک راہب سے حاصل کیا، پھر ۱۹۳۴ء میں برطانیہ نے روس سے ایک لاکھ پاؤنڈ کے عوض خریدا...... اب برطانیہ کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ یہ یونانی ترجمہ سبینیہ کی نقل ہے۔ اب اس کے متن کے متعلق پادری برکت اللہ لکھتے ہیں :

"اس نسخہ میں نہ صرف عہدِ عتیق کا ایک بہت بڑا حصہ موجود تھا، بلکہ عہدِ جدید تمام و کمال نہایت اعلیٰ حالت میں محفوظ تھا"۔ (صحت کتب مقدسہ : ۲۲۴) یعنی : اتنے "معتبر نسخہ" میں بھی مکمل عہدِ عتیق موجود نہیں ہے، بلکہ اکثریتی حصہ ہی موجود ہے۔ پادری صاحب اور پروفیسر یوسف جلیل کی کتاب سے یہ ہی پتہ چلتا ہے کہ اس نسخہ کے مطابق "عہد جدید کا اتمام و اکمال" برنباس کے خط کے ساتھ ہوتا تھا اور یہ خط نسخہ سینا میں دیگر انجیلی خطوط کے ایک ہی جلد میں مجلد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خط کو کسی احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ (برکت اللہ : صحت کتب مقدسہ : ۱۷۲، جعلی انجیل برنباس کرسچین سٹڈیز سنٹر راولپنڈی، بدون تاریخ ص ۶۹)

لیکن اب مسیحیوں نے برنباس سے منسوب اس خط کو عہد جدید سے نکال کر اپاکریفل ادب میں شامل کر رکھا ہے (Encyclopaedia Britannica , 1950, 107/3) بہر حال اس نسخہ میں اس خط کی موجودگی یہ ظاہر کرتی ہے کہ یہ خط بھی کسی وقت بائبل کا حصہ ہی سمجھا جاتا تھا مگر اب نہیں۔

نسخہ ویٹی گن : یہ نسخہ بھی چوتھی صدی کا بتایا جاتا ہے، اس میں تمام یونانی بائبل محفوظ ہے اور یہ نسخہ غالباً مصر میں لکھا گیا تھا، لیکن اس "قدیم ترین اور معتبر" قلمی نسخہ میں :

"صرف عبرانیوں ۹ : ۱۴ تا آخر اور مقدس پولس کے پاسٹرل خطوط اور مکاشفات کی کتاب نہیں ہے"۔

(برکت اللہ صحت کتب مقدسہ : ۲۲۸) یہ نسخہ اب روم میں ویٹی گن کے پوپ صاحب کے کتب خانہ میں ہے۔

مسیحیوں کے ہاں یہ قلمی نسخہ یونانی بائبل کے نسخوں میں سب سے زیادہ معروف نسخہ ہے، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ نسخہ سکندریہ کے پیٹرپارک سرل لوکر (از ۱۶۰۲ء تا ۱۶۲۱ء) کے کتب خانہ میں تھا۔ جس نے ۱۶۲۵ء میں اس کو جیمس اول شاہِ انگلستان کی نذر کر دیا۔

اس میں عہدِ جدید کی کتب میں سے متی : ۲۵ / ۶ تک، یوحنا : ۶ / ۵۰ تا ۸ / ۵۲ اور ۲ کرنتھیوں ۴ / ۱۳ تا ۱۲ / ۶ موجود نہیں ہیں۔ (برکت اللہ : صحتِ کتب مقدسہ : ۲۲۹)

کہا جاتا ہے کہ یہ نسخہ پانچویں صدی کے پہلے حصے میں لکھا گیا تھا، اس کے آخر میں عربی زبان میں ایک نوٹ لکھا ہے : " کہتے ہیں کہ یہ کتاب شہید خاتون تھیکلہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے"۔ مسیحیوں کے ہاں اس نسخہ کی صحت نہایت بلند پایہ کی ہے۔

نسخہ واشنگٹن : ۱۹۰۷ء میں ایک امریکن فری آر کے ہاتھ چند نسخے آئے جو جھلی نما قرطاس پر لکھے ہوئے تھے یہ نسخے واشنگٹن میں ہیں۔ ان نسخوں میں ایک نسخہ اناجیل اربعہ پر بھی مشتمل ہے اور غالباً چوتھی صدی کا ہے۔

نیز ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں مختلف اناجیل کے متن الگ الگ نسخوں سے نقل کیے گئے ہیں۔

آرچ ڈیکن برکت اللہ قدرے تفصیل سے اس کے متن کے بارے میں معلومات فراہم کرتے ہیں :

اس نسخہ میں مقدس مرقس کی انجیل کے آخری باب کی چودھویں آیت کے بعد ایک تتمہ لکھا ہے، جو بالکل نیا ہے۔ اس نسخہ میں ایک اور امر قابلِ غور ہے، عام طور پر (مرقس : ۲ / ۲۶) میں سردار کاہن کا نام "ابیاتر" لکھا ہوتا ہے جو غلط ہے۔ (دیکھو ۱۔ سموئیل ۲۱ باب) بعض اہم نسخوں میں اس جگہ کوئی نام لکھا ہوا نہیں ملتا۔ اس نسخہ میں بھی کوئی نام لکھا ہوا نہیں ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظ "ابیاتر" اس انجیل کے اصل متن کا حصہ نہیں تھا، بلکہ قدیم زمانہ کے کسی کاتب نے اس نام کو حاشیہ میں لکھ دیا تھا، جس کو مابعد کے کاتبوں نے حاشیہ سے متن میں نقل کر دیا۔

اس نسخہ میں (یوحنا : ۷ / ۵۳ تا ۸ / ۱۱) کی آیات موجود نہیں ہیں۔ بعض دیگر نسخوں میں یہ آیات

دوسری انجیلوں میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً فری آر کے ایک نسخہ میں یہ آیات (لوقا :۲۱ / ۳۸) کے بعد لکھی ہیں۔ نسخہ واشنگٹن میں جیسا کہ ہم ابھی بتلا چکے ہیں یہ آیات حصہ نہیں پائی جاتیں۔ یہ آیات مصر کے قدیم صمیری ترجمہ میں بھی موجود نہیں ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیات دراصل انجیل یوحنا کا حصہ نہیں تھیں۔

نسخہ واشنگٹن میں (یوحنا :۹ / ۳۸) کے الفاظ اور ۳۹ آیت کے ابتدائی الفاظ "یسوع نے کہا" موجود نہیں ہیں"۔ (صحت کتب مقدسہ :۲۳۰۔۲۳۱)

پادری صاحب کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بائبل میں تحریف کے دیگر اسباب کے ساتھ ساتھ کاتبوں کی لاپرواہی بھی اس کا متن مزید بگاڑنے میں ایک بڑا باعث بنی۔ اس طرح مصنفین کی تحریروں کی اصل صورت مزید بگڑتی گئی۔ اسی بات کی کچھ مثالیں تحریر کرتے ہوئے پادری صاحب لکھتے ہیں :

ہر شخص جانتا ہے کہ پہلی تین انجیلوں کے الفاظ بہت حد تک یکساں ہیں، لہذا بعض اوقات کاتب ایک انجیل کو نقل کرتے وقت کسی دوسری انجیل کے الفاظ حافظہ سے لکھ دیتے ہیں، اگرچہ نقل کرتے وقت نسخہ ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی تین انجیلیں ایک ہی واقعہ کا بیان تقریباً یکساں الفاظ میں کرتی ہیں مثلاً کاتب نے انجیل اول کے ۷ اباب کی بیسویں آیت کو نقل کرتے وقت (مرقس :۹ / ۲۹) کو اس کے بعد لکھ دیا یا (مرقس :۱۲ / ۴۰) اور (لوقا :۲۰ / ۴۷) (کو متی :۲۳ / ۱۳) کے بعد لکھ دیا یا (لوقا :۲۲ / ۷ ۳) کو (مرقس :۱۵ / ۷ ۳) کے بعد لکھ دیا یا (متی :۲۴ / ۴۰) کو (لوقا :۱۷ / ۳۵) کے بعد لکھ دیا یا (مرقس :۱۵ / ۶) کو (لوقا :۲۳ / ۱۶) کے بعد لکھ دیا یا (لوقا :۱۹ / ۱۰) کو (متی :۱۸ / ۱۱) کے بعد لکھ دیا یا (متی :۱۱ / ۱۹) کو (لوقا :۷ / ۳۵) کے الفاظ کے مطابق لکھ دیا۔ (متی :۱۶ / ۱۳) کے الفاظ کو (مرقس :۸ / ۲۷) اور (لوقا :۹ / ۱۸) کے مطابق لکھ دیا۔ (لوقا :۶ / ۴۸) کو (متی :۷ / ۲۵) کے الفاظ کے مطابق لکھ دیا"۔

(صحت کتب مقدسہ :۱۸۹۔۱۹۰)

یہ تو ہیں چند مثالیں...... ورنہ اس اندھیر نگری میں نہ جانے کیا کچھ ہو چکا ہے اور کہاں کی چیزیں کہاں کہاں پہنچ چکی ہیں ؟؟؟ اس لئے اصل مأخذ جو کہ معدوم ہو چکے ہیں، ان کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے کہ ان میں کیا لکھا تھا؟ اور موجودہ بائبل جس کی بنیاد اسی قسم کے ترجمہ در ترجمہ اور متضاد متن کے حامل نسخوں پر چلی آرہی ہے۔ کس طرح ان اصل تحریروں کے مطابق ثابت کی جاسکتی ہے۔ پھر کم از کم اس بات کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے کہ جو نسخے آج موجود ہیں یہ واقعی ان تراجم سے نقل شدہ ہیں جن کو اصل نسخوں سے ترجمہ کیا گیا یعنی مسیحیوں کے پاس بائبل کے متن کی صداقت جانچنے کیلئے محض ثانوی در ثانوی مأخذ ہیں۔

اناجیل کے مصنفین کے سامنے ان کی تحریر کے لئے کوئی اصول، مستند مواد، ثقہ راوی، مثبت سوچ یا ایسی ہدایت موجود نہ تھی۔ جس کے باعث وہ غلطیوں کے ارتکاب سے محفوظ رہتے۔ پروفیسر ولیم سینڈے (Prof:William Sanday) کے بقول تو "ان (اناجیل) کے لکھنے کی ان کے (مصنفین) سامنے قطعاً کوئی معقول وجہ نہ تھی"۔ (Encyclopidia Britannica 1910, 872 / 3)

کینن ڈبلیو ایچ ٹی گیرڈنر بھی واضح طور پر لکھتے ہیں:

"ایسا معلوم پڑتا ہے کہ ان کے مصنفوں نے یونہی یا اپنی مرضی سے حسبِ موقع ان کو تحریر کیا ہے"۔

(الہام: ۵۸۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور ۱۹۵۸ء)

یعنی ان اناجیل کی تحریر فوری ضرورت اور وقتی اغراض و مقاصد کو پورا کرنے کے لیے کی جاتی تھی۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی اہم ہے کہ ان کے مضامین کی طوالت یا اختصار کسی الٰہی منشا کے مطابق نہیں بلکہ کاغذ کی مقدار کے تابع ہوتی تھی۔ پادری برکت اللہ لکھتے ہیں:

"چونکہ طومار کی لمبائی عموماً ۳۰ فٹ سے زیادہ نہیں ہوتی تھی، لہذا انجیل نویس اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ ان کو جو کچھ لکھنا ہے وہ ۳۰ فٹ کے اندر اندر آجائے، لہذا وہ اختصار کو مدنظر رکھتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خداوند مسیح کے کلمات طیبات اور معجزات وغیرہ میں سے وہ صرف چیدہ چیدہ باتیں ہی لکھ سکتے تھے تاکہ ضخامت طومار سے بڑھ نہ جائے"۔ (صحت کتب مقدسہ: ۲۱۰)

اس مختصر جائزہ سے پتہ چلتا ہے کہ بائبل کی کتب چونکہ مختلف لوگوں نے محض اپنے طور پر لکھیں تھیں اس لئے اسکی تدوین و تحریر کے کسی مرحلہ میں الٰہی ہدایت شامل نہیں ہوئی، لہذا ان کی حفاظت بھی اسقدر نہ ہو سکی جس طرح کہ ایک مقدس کتاب کی ہوتی ہے۔ ابتدائی دور سے ہی اختلافات اور تحریفات شروع ہو گئیں۔ جو کہ آج تک جاری ہیں، لوگوں کی خواہشات اور کاتبوں نے بھی ان کا حلیہ مزید خراب کیا، مختلف علاقوں میں مختلف نوعیت کے متن کی حامل کتب رائج تھیں۔ اور آج ان کی دریافت نے مسیحیوں کو مزید الجھا کر رکھ دیا ہے۔ ایسے حالات میں بائبل کو ہر قسم کی غلطی سے مبرا قرار دینے کے لئے قدیم نسخوں کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دینا دانشمندانہ کام نہیں ہے، اس لئے کہ ان میں صرف دو نسخے بھی آپس میں مطابقت اور ہم آہنگی نہیں رکھتے اور اوریجن (۲۲۰ء) کے بقول تو:

"اناجیل میں اتنے اختلافات ہیں کہ ان سے آدمی کا سر گھومنے لگ جاتا ہے"۔

(ڈاکٹر پیٹرسن سمائتھ: بائبل کا الہام: ۷۶ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی۔ لاہور)